اقبال پر ایک محققانہ نظر اور ان کی نفسیاتی تشریح

مولانا راغب احسن

مولانا راغب احسن تحریک خلافت اور تحریک پاکستان میں پیش پیش رہنے والے ہندوستان کے چند گنے چنے نوجوانوں میں سے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے لے کر زندگی کی آخری ساعت تک وہ ملک و قوم کی خدمت میں مصروف رہے۔ ۱۹۳۱ء میں عین جوانی کے عالم میں گرفتار کر کے علی پور جیل بھیج دیئے گئے۔ انہوں نے جیل ہی میں یہ فیصلہ کیا کہ اپنی تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ انگریز حکومت کی ملازمت نہیں کریں گے بلکہ اپنی ساری عمر ملک و ملت کی خدمت کر کے گزار دیں گے اور حق یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا، کر دکھایا۔

۱۹۱۸ء میں مولانا محمد علی جوہر کی خواہش پر انہیں کلکتہ خلافت کمیٹی کا رکن منتخب کیا گیا۔ ۱۹۳۱ء میں انہوں نے آل انڈیا مسلم یوتھ لیگ کی بنیاد رکھی جس کے وہ پہلے سیکریٹری جنرل منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں کلکتہ مسلم لیگ کا احیاء کیا اور یوتھ لیگ کو اس میں ضم کردیا اور مسلم لیگ کے ہو کر رہ گئے۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۸ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن رہے۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۸ء تک بنگال پراونشل مسلم لیگ کی مجلس عاملہ اور پارلیمنٹری بورڈ کے ممبر رہے۔

۱۹۴۵ء میں آل انڈیا جمعیت علماء اسلام کی کلکتہ میں بنیاد رکھی۔ ۱۹۵۷ء میں اسلامی لاء کمیشن پاکستان کے رکن ہوئے۔ ۱۹۵۷ء ہی میں پاکستانی علماء کا جو وفد روس کے دورہ پر گیا تھا، مولانا راغب احسن اس کے ڈپٹی لیڈر تھے۔

قیام پاکستان کے وقت تک وہ بہار اور بنگال میں تحریک مجاہدین کے امیر رہے مولانا مرکزیہ مجلس اقبال کے ایک عرصے تک نائب صدر رہے۔ مولانا راغب احسن کو علامہ اقبال اور قائد اعظم کا قرب حاصل تھا۔ مفکر پاکستان اور بابائے پاکستان انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔ ان میں باہمی خط و کتابت رہی۔ مولانا راغب احسن کے نام حضرت علامہ اقبال کے خطوط کا مجموعہ پچھلے دنوں شائع ہو چکا ہے۔ مولانا کے نام قائداعظم کے متعدد خطوط طبع بھی ہوئے ہیں۔ کچھ

خطوط اخبارات کی زینت بن چکے ہیں ۔ وہ صرف ایک سیمابی شخصیت ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک اعلیٰ پائے کے ادیب اور صحافی بھی تھے۔ ایک مدت تک وہ انگریزی ہفت روزہ "سٹار" الہ آباد اور انگریزی "ایونگر" روزنامہ "اسٹار آف انڈیا" کلکتہ کے ایڈیٹر رہے۔ نوائے وقت کے ابتدائی دور میں حمید نظامی کے ساتھ ان کا قلمی نام ایم ۔ آر۔عمرانی شائع ہوتا تھا۔

ماہ نومبر مفکر پاکستان حضرت اقبال کی پیدائش کا مہینہ ہے اور نومبر کا مہینہ ہی اقبال کے ایک شیدائی ' مولانا راغب احسن کی وفات کا مہینہ ہے۔ اس کی مناسبت سے ہم ذیل میں تاریخی اہمیت کا حامل زیر نظر مضمون شائع کررہے ہیں۔ یہ مضمون ۱۹۳۲ء میں جب حضرت اقبال بقید حیات تھے '' نیرنگِ خیال'' کے اقبال نمبر میں شائع ہوا تھا (ادارہ)

یہ کوئی تعجب انگیز حقیقت نہیں ہے کہ حکیمِ عصر علّامہ اقبال کے مشرب کو ابھی تک چند بالغ نظروں نے کماحقہ' سمجھنے میں کامیابی حاصل کی ہے اور شائد شرق یا غرب میں آج کوئی ایسا مبصر نہیں ہے جس نے اس نابغۂ دہر کی شخصیت کا کلی طور پر مطالعہ کیا ہو۔ اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں مگر سب سے بڑا سبب خود اقبال کی حیرت انگیز ترکیب اور اس کے پیغام کی زبردست جامعیت ہے۔ اقبال کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے ان کی نفسیاتی تشریح لازمی ہے۔ کسی ذات کا وجود دنیا میں از خود نہیں ہو جاتا بلکہ ہر فرد بشر کی شخصیت اس کی حیاتی تعمیرات' تمدنی میجات اور تہذیبی پیداوار کے اساس پر محکم ہوتی ہے' خواہ وہ اپنی فطرت خام میں کتنا ہی جدت و خلاقیت کی صلاحیت کا سرمایہ دار ہو۔ اقبال کی شخصیت کی تعمیر میں حکیم مطلق کی مشیت نے معجزنما فیاضی سے کام لیا ہے اور اسی نکتے سے واضح ہے کہ اس کا پیغامبر ہونا مقدر تھا۔ اقبال مادرِ گیتی کا وہ فرزند رشید ہے جس کی ذات میں آریت' عجمیت' سامیت' یونانیت' رومانیت اور البانیت کے کلچر کی لہریں ہم آغوش ہیں۔ وہ ارتقائے کائنات اور عمران انسانی کے مختلف تہذیبی نمود کی معنویت سے آگاہ اور ان کا بالغ نظر نقاد ہے۔ مگر وہ "عارف محض" "عالمِ محض" "ناقدِ محض" اور "حکیمِ محض" ہی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان سے بہتر و برتر ایک "پیغامبر" ہے۔ ہم اس کی شخصیت کی کلید اور اس کے مشرب کی روح کا ادراک نہیں کر سکتے' جب تک ہماری بصیرت میں اقبال اپنے تمام احساسات و عمارات کے ساتھ عریاں و نمایاں نہ ہو جائے' جس کے بغیر کوئی ضروری بے روح و بے مغز مطالعہ اس کی بارگاہِ باطن میں باریاب نہیں

© rasailojaraid.com

ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اقبال کی غلط تعبیرات اور اس کے متعلق بعض بیہودہ نظریات کی علت صرف اسی بنیادی حقیقت کا جہل ہے۔ دماغوں کا جہل اور ذہنوں کی نارسی کا مداوا آسان نہیں ہے' مگر میں سمجھتا ہوں کہ اگر مندرجہ ذیل خاکے کے مطابق اس کا مطالعہ کرنا چاہیں تو بہت حد تک ہماری مشکل آسان ہو سکتی ہے اور فہم اقبال کا راستہ صاف ہو سکتا ہے۔

ا۔ مادی تعمیر و روحانی ترکیب

اقبال کی مادی تعمیر اور روحانی ترکیب یعنی اس کی وہبی و خلقی اساس حیات کے درج ذیل اصول کا فہم اس کے ایک علمی مطالعے کی ابجد ہے اور اس تحریر کا مقصود اس کے پورا کرنے کی سعی ہے۔

ا۔ برہمنیت

اقبال آرین نسل سے ہے' وہ ایک برہمن زادہ ہے اور یہ نسلیات کے مسلمات سے ہے کہ آرین' علی الخصوص ہندو اور ان میں بھی برہمن جو خالص آرین خون کے مدعی ہیں' زبردست صلاحیت ذہنی و فکری رکھتے ہیں۔ اقبال اس حیاتی ورثے کا ایک جائز و حقدار وارث ہے اور علم الوراثت کی یہ اساس اس کی شخصیت کی اساس ہے۔

۲۔ کاشمیریت

اقبال آرین نسل سے ہونے کے علاوہ کاشمیری برہمن بھی ہے۔ کاشمیری نسل اپنی مخصوص آرین ذہنی صلاحیت پر مستزاد ایک حیرت انگیز صلاحیت فنی قابلیت کی رکھتی ہے۔ آرٹ اور جمالیات کا جو ہر خلقی و وہبی طور پر جتنا اس کاشمیری آرین نسل میں ہے اتنا کسی دوسری آرین قوم میں نہیں ہے۔ کاشمیر نہ صرف بذات خود حسین و جنت نظیر ہے بلکہ عملاً جمال پرور' جمال آرا' جمال خیز اور جمال آفریں بھی ہے۔ اقبال کاشمیر کی اس جمال آفرینی کی اولین درجے کی پیداوار ہیں۔

۳۔ فطانت

اقبال درجہ اول کا ذکی (Genius) ہے۔ اس کی باطنی دنیا فطرۃً غیر معمولی قوت و استعداد سے مالا مال ہے۔ اس کی برہمنیت یا کاشمیریت معمولی ذہن و فکر کی سرگرمی کی توجیہ تو کر سکتی ہے' مگر اس کی غیر معمولی فطانت و روحانی صلاحیت کی توضیح کے لئے یہ

.com
com

لازم ہے کہ ہم اسے ان ذہنی جنات (Intellectual Giants) کی نسل کا ایک ممتاز فرد تسلیم کریں جن کی دماغی ساخت و روحانی ورثے کی سطح عام سے برتری و فوقیت مسلم ہے، مگر جن کی پوری اصلیت و علت کا سراغ اب تک علوم وراثت و جنینیات (Gentics) نہیں لگا سکے ہیں اور جن کو اب تک انسانی علم و تدبیر حسب ارادہ پیدا کرنے سے قاصر رہی ہے۔

۴۔ جمالیت

اقبال کی خلقت میں جمالیات کا خمیر ایک امتیازی و بنیادی عنصر ہے۔ اس کی طبیعت لطیف و لطافت پسند اور اس کا قلب حساس اور صاحب شعور ہے۔ اگرچہ وہ اسی دورِ مادیت میں نامحسوس کے عالم غیب پر ایمان محکم کا مبلغِ اعظم ہے، آرٹ اور فنون لطیفہ سے اس کی روح کو زبردست تعلق ہے لطافت و علویت اس کا جوہر حیات ہے، شعرو موسیقی تعمیرات و نقاشی میں وہ "دنیائے حسن" کا اور دنیائے حسن میں حقیقتِ کُل کا جویا ہے:

جستجو کُل کی لئے پھرتی ہے اجزا میں مجھے
حسن بے پایاں ہے، دردِ لا دوا رکھتا ہوں میں

حسن کے اس عام جلوے میں بھی "یہ" بیتاب ہے
زندگی اس کی مثال ماہیٔ بے آب ہے

لیکن اقبال کی روحِ جمالیت، بت گری و بت پرستی یا سرخوشی و ریزیت کی اسیرِ حرص نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک عظیم الشان نصب العین کی علم بردار ہے۔ اس نکتہ مہمہ کی فہم سے غفلت، فہم اقبال کے نکتہ آغاز سے غفلت ہے۔

۵۔ ادبیت

اقبال بطن فطرت سے شعرو ادب میں اپنی شخصیت کی نمود و نمو کی غیر معمولی صلاحیت لے کر آیا ہے۔ وہ ادب کے لئے ہے اور ادب اس کے لئے۔ اس کا باطن شعروبیاں کا سرچشمہ ہے۔ مگر جس طرح اس کی روح جمالیت ایک عظیم الشان نصب العین کی خدمت گر ہے، اسی طرح اور اسی سلسلے میں اس کی طاقت ادبی بھی عین اسی

© rasailojaraid.co

مقصد وحید کی تابع ہے۔ وہ نہ صرف "تلمیذ الرحمٰن" ہے بلکہ ایک ایسا شاعر ہے جس کی شاعری کے متعلق "جزویست از پیغمبری" کہنا مناسب ہے۔ اقبال میں شخصی اظہار نفس کے ادب اور دنیائے حاضر کے نومولود اجتماعی ادب کی روحیں ہم آمیز و ہم باز ہیں۔ اقبال کا ادب اس طرح بیک وقت شخصی ادب اور اجتماعی ادب ہے، کیونکہ اس کی ہستی فی نفسہٖ ایک مشن، ایک نصب العین، ایک منزل، ایک مقصود اور ایک آئیڈیل کا سراپا ہے اور ادب میں اس کی شخصیت کی نمود اس کی خودی اور اجتماعی آئیڈیل دونوں کی بیک وقت نمود ہے۔

۶۔ حکمت

اقبال نہ صرف ایک پیدائشی شاعر و ادیب ہے بلکہ ایک وہبی حکیم بھی ہے، اگرچہ یہ قول زبان زد ہے کہ شاعر پیدا ہوتا ہے اور حکیم بنتا ہے۔ اقبال کی وہبی حکمت سے مراد یہ ہے کہ یہ شخص غیر معمولی طاقت و صلاحیت حکمی و فکری زندگی لے کر آیا ہے۔ وہ کائنات کو نہ صرف ایک آرٹسٹ کی طرح "جمالیت" کی حیثیت سے اور نہ محض ایک ایکانا میسٹ (معاشی) کی طرح "افادیت" کی حیثیت سے، بلکہ مزید بریں ایک حکیم کی طرح "حقیقت" کی حیثیت سے دیکھنا، جاننا اور ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایک "ترجمان حقیقت" ہے، کیونکہ حقیقت کا عشق اور حقیقت کی طلب اس کی فطرت میں اسی طرح پوشیدہ ہے جس طرح پھول میں عشق اور پروانے کی فطرت میں روشنی کی طلب پوشیدہ ہوتی ہے۔ حق یہ ہے کہ اقبال کی الہامی حکمت یا وہ حکمت جس کے لئے اقبال حکیم مطلق کی مشیت سے وجود میں آیا ہے اپنی ہمہ گیر حکمت مطلق کے ساتھ اس کی روحانی و ظاہری زندگی پر محیط ہے اور وہ ہر رنگ میں اسی معین و محکم مذہب کا مبلغ ہے۔

یہ تو ایک اجمالی خاکہ، اور غالباً ناقص خاکہ، اقبال کی شخصیت کے وہبی استعدادات و خلقی عواطف یعنی حیاتی (بیالوجیکل) ورثے کا تھا، مگر انسانی سیرت کی تعمیر میں، علی الخصوص ذہنی و روحی سیر کی تعمیر میں فرقہ وارانہ تہذیب (گروپ کلچر) کو بھی کچھ اہمیت حاصل ہے جو ہر فرد اپنے فرقے سے لازماً حاصل کرتا ہے۔ اس اجتماعی ورثے کو ہم اس وقت سہولت کے لئے تمدنی مہیجات اور تہذیبی موثرات کے تحت میں دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۲۔ تمدنی مہیجات

ہر شخص پیدائش کے وقت سے موت تک کسی نہ کسی ابتدائی فرقے یا ملت کا ممبر

.com

ہوتا ہے اور اس کی ذہنی زندگی کی تمام عادات و رسومات اسی سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ زبان کے ذریعے تبادلہ خیال کر کے ہر بشر اپنے فرقے سے اپنی جسمانی زندگی اور اس کی غذا، اپنی دماغی زندگی اور اس کی غذا، اپنی روحانی زندگی اور اس کی غذا کو پاتا اور انسان کہلانے کا مستحق بنتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ابتدائے فرقہ، جس پر فرد کی جماعتی و ذہنی زندگی کا اس قدر انحصار ہے، قانون محافظت نفس کے مطابق اس کی اصلی شیفتگی، ابتدائی اور اولین قدر دانی کا عنصر ہوگا۔ پرائمری گروپ (معاشر اولی و معاشر ثانی) ایک سے زیادہ، باہم پیوستہ اور دائرہ در دائرہ کی صورت میں ہو سکتے ہیں۔ اس اصل اجتماعیہ کی روشنی میں اگر ہم ایک علمی تجزیہ اقبال کے سوشل علایق و قدوم کا کریں تو یہ روشن ہوتا ہے کہ پیدائشی طور پر اقبال کو: (۱) کاشمیری قومیت (۲) پنجابی مرزبوم (۳) ہندی وطنیت (۴) مشرقی مقامیت اور (۵) اسلامی ملیت کے پرائمری گروپوں (دوائر اجتماعیہ) سے وابستگی ہے۔

۱۔ کاشمیری قومیت

کاشمیری قومیت نے اقبال کی سیرت کو وہ لوچ، ملائمت اور تہذیب عطا کی ہے جو کاشمیری معاشرے کا عالمگیر خاصہ ہے۔ کاشمیر اور کاشمیری قوم سے اقبال کی انسیت ایک فطری تعلق کی پروردہ ہے۔ اس کی مجالست و موانست کی زبردست خوبی بھی پرائمری گروپ کا عطیہ ہے۔

۲۔ پنجابی مرزبومیت

یہ مشیت خداوندی کا عجیب کرشمہ ہے کہ کاشمیری الاصل اقبال، سلامت خانہ کاشمیر سے باہر ایک آزاد و زندہ دل خطے یعنی پنجاب میں پیدا ہوا اور پروان چڑھا۔ پنجابی سوشل گروپ نے اقبال کو وہ روح جسور، فضائے حریت اور محیط موافق بخشا ہے جس کو وہ خود کاشمیر کے قید خانے کے اندر اور کسی خالص کاشمیری گروپ کی چہار دیواری میں محصور رہ کر حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ مگر جن کے بغیر وہ قعر گمنامی سے ابھرنے سے قاصر ہوتا۔ اس طرح پنجابی گروپ کا اقبال پر احسان ہے اور اقبال پنجاب اور زندہ دلان پنجاب سے تعلق خاطر رکھنے اور اس کی فلاح و خود مختاری کے لئے جدوجہد کرنے میں حق بجانب ہے۔

© rasailojaraid.com

۳۔ ہندی وطنیت

اقبال کا تعلق اس کے وطن ہندوستان سے بہت پرانا اور گہرا ہے۔ وہ اپنے وطن کے حقوق و واجبات سے کماحقہ آگاہ ہے اور اس کی فلاح و ترقی کے لئے ابتداء سے اشک فشاں ہے۔ مگر وہ ایک جینیس (Genius) کے دماغ مدبرہ کے ساتھ اس کے مسائل کے زیر سطح حقائق کی طاقت اور شرق و غرب کے مسائل سے ان کے تعلقات سے پوری طرح خبردار ہے۔ وطن عزیز کے ملاپ اور آزادی کے لئے اس نے اپنی بہترین فکر و کاوش سے کام لیا ہے اور اپنا بہترین حکیمانہ مشورہ اس کی مشکلات کو آسان کرنے میں پیش کیا ہے اور یہ اقبال کی سب سے بیش بہا خدمت وطنی ہے جس کو ہندوستان کے کسی دوسرے فرزند نے انجام نہیں دیا ہے۔ دماغوں کا سخت قحط ہے اور ایسے بالغ دماغ جو شرق و غرب اور اسلام اور آریت کی روح کو عریاں دیکھنے کے اہل اور ان کے بہترین باہمی تعلق کی اسکیم پیش کرنے کے قابل ہوں' نایاب ہیں۔ اقبال آج دنیا میں ایک ایسا ہی دماغ ہے اور شکر ہے کہ اس نے اپنے دماغ کا یہ عطیہ وطن کو بخشا ہے۔ اقبال جیسے حکیم اعظم کو الفاظ سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ عامیانہ رجحانات' خواہ وہ مشرق و مغرب کے مذہب کیوں نہ بن جائیں کسی طرح سقراط اور اقبال کو مبتلائے فریب نہیں کر سکتے۔ خطابت' زعامت اور سوفسطائیت کا جادو ارسطو اور اقبال پر نہیں چل سکتا۔ پس اس دور بت پرستی میں اقبال وقت کے "صنم اکبر" وطن پرستی اور قوم پرستی کا سب سے زبردست مخالف ہے اور اس کے خلاف جنگ کو وقت کا جہاد اکبر یقین کرتا ہے کیونکہ اس "بت نا ارجمند" کی بدولت انسانیت خستہ و خراب ہو کر ہلاکت کے جہنم زار کی طرف برفتار برق بڑھ رہی ہے۔ وطن پرستی کے جنونی مذہب کی مخالفت حب وطن کی مخالفت نہیں ہے' بلکہ حب وطن کا اعلیٰ ترین و نادر ترین کام ہے کیونکہ جب خود انسانیت کا وسیع ترین حلقہ باہم متصادم قومیتوں کی جنگ جہانگیر و جنگ جہاں سوز سے خاکستر ہو جائے گا تو پھر اس کے داخلی اجتماعی حلقوں' گروہوں ملتوں اور مفادوں کا کیا حشر ہو گا اور وطنی دریاؤں' وطنی پہاڑوں' وطنی ویرانوں اور خوابوں کے سوا اور کیا باقی رہے گا؟ آج دنیا اس مسئلے کے روبرو ہے اور اقبال اسی کے جواب کے لئے آیا ہے۔

۴۔ مشرقی مقامیت

اقبال' کاشمیری قومیت کے علاوہ پنجابی مرزبومیت کا' پھر ہندی وطنیت کا اور پھر

مشرقی مقامیت کا ممبر ہے اور اس کو اپنی مشرقیت کا پورا احساس ہے۔ وہ شرق اور غرب کی نہاد روح اور افتادِ فکر سے آگاہ اور دونوں کی خوبیوں اور کمزوریوں سے خبردار ہے اور ان کے عمدہ و صالح عناصر کے اتحاد باوفاق کا زبردست حامی ہے:۔

غربیاں را "زیرکی" رازِ حیات
شرقیاں را "عشق" رازِ کائنات
زیرکی از عشق گردد حق شناس
کارِ عشق از زیرکی محکم اساس
عشق چوں با زیرکی ہم برشود
نقشبندِ عالمِ دیگر شود
عشق راہِ عالمِ دیگر بنہ
عشق را با زیرکی آمیز دہ
شعلۂ افرنگیاں نم خوردہ است
چشمِ شاں صاحب نظر دل مردہ است
زخمہا خوروند از شمشیرِ خویش
سوز و مستی را مجو از تاکِ شاں
عصر دیگر نیست در افلاکِ شاں
زندگی را سوز و ساز از نارِ تست
عالمِ نو آفریدن کارِ تست
اے خدا بیں خویشتن را ہم نگر
بحر را در قطرۂ شبنم نگر

شرق و غرب کے اس اتحاد روحی کا پیغام اس بلیغ مصرعے میں دیا ہے۔ ع

ہم زخدا "خودی" طلب ہم زخودی خدا طلب

اقبال مشرق اور ہندوستان کی بیداری، آزادی اور اظہارِ خودی کا طالب ہے اور یقین کرتا ہے کہ ان کی مردنی انسانیت پر بار عظیم ہے اور اس کے دور کرنے کے جہاد میں شرکت اس کا فرض ہے:

© rasailojaraid.com

"ہندوستان کی سیاسی غلامی تمام ایشیاء کے لئے لامتناہی مصائب کا سرچشمہ ہے۔ اس نے مشرق کی روح کو کچل ڈالا ہے اور اسے اظہار نفس کی اس مسرت سے محروم کر دیا ہے جس کی بدولت کبھی اس میں ایک شاندار تہذیب پیدا ہوئی تھی"۔
۱۔ ہم پر ایک فرض ہندوستان کی طرف سے عائد ہوتا ہے جو ہمارا وطن ہے اور جس میں ہمیں جینا اور مرنا ہے۔ اور
۲۔ ایک فرض ایشیا بالخصوص اسلامی ایشیا کی جانب سے۔ (خطبہ صدارت مسلم لیگ ۱۹۳۰ء)

۵۔ اسلامی ملیّت

اقبال کاشمیریت، پنجابیت، ہندیت، مشرقیت، ارضیت یا انسانیت سے بھی ایک اعلیٰ و ارفع، مطہر و مقدّس، بہتر و برتر حلقہ ملیت کا رکن رکین ہے اور اس کا نام ملت اسلامیہ ہے۔ اقبال اس حلقہ اجتماع میں پیدا ہوا ہے۔ اس میں پروان چڑھا ہے اور اس کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ وہ اس کا ایک وفادار عضو ہے اور یہ اس کی وفاداری کا اقتضا ہے کہ وہ اپنی تمام وفاداریوں اور ساری محبتوں کو ملت اسلامیہ کی وفاداری کے تابع یقین کرتا ہے۔ حلقہ اسلامیت تمام دیگر دوائر و علائق کا حاکم و قوت فیصل ہے، اس لئے کہ یہی اسلام کے معنی ہیں۔ دین وسطی انسانی زندگی کے مختلف علایق فطری یا دوائر اجتماعی کی نفی کے لئے نہیں بلکہ ان کی تعدیل کے لئے موضوع ہے اور قوت عادل خود کسی دوسری طاقت کی محکوم نہیں ہو سکتی ہے۔ نیز اس لئے ایک محافظ کا طالب ہے اور اقبال کا یقین ہے کہ صرف ملت اسلامیہ اس کی محافظ ہو سکتی ہے۔ اقبال اسلام کو ایک جامع، ایک سوشل نظام، ایک سیاست یقین کرتا ہے اور "جامعہ انسانی" کی فلاح و نجاح صرف اس سے دیکھتا ہے کہ وہ بلا جبر و اکراہ "جامعہ اسلامی" میں منتقل و مبدل ہو جائے۔ انسانیت کی نجات اس میں ہے کہ وہ دین قیم کے دارالسلام میں پناہ گیر ہو کر موجودہ خود کشی کے جرم اعظم سے کنارہ کش ہو جائے۔

۳۔ کلچرل مؤثرات

کلچرل مؤثرات سے مراد وہ تعلیمی محرکات ہیں جنہوں نے اقبال کے وہبی عواطف و استعدادات یعنی اس کے نفس کے مواد خام کی صورتوں میں تشکیل کی ہے اور اسے وہ پختگی، وہ بلوغت اور وہ رشادت عطا کی ہے جو اس کا امتیاز ہے۔ بلا شبہ مذکورہ تمدنی

com

موثرات اس کام میں شریک ہیں اور یہ محض زور و امتیاز ہے جس کے لئے تعلیمی اثرات کو علیحدہ بیان کیا جا رہا ہے۔

۱۔ علومِ شرقیہ و غربیہ کی اعلیٰ تعلیم و عمیق مطالعہ

اثرات کی بحث میں پہلی حقیقت جو قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ اقبال محض درجہ اول کا جینئس (Genius) نہیں بلکہ درجہ اول کا فاضل و عالم بھی ہے۔ اس کی وہبی فطانت و ذہانت، محض خطابت یا سوفسطاء پر منتج نہیں ہوئی ہے بلکہ اس نے علوم والسنہ شرقیہ و غربیہ کا خود مغربی کلچر کے قلب یعنی جرمنی و انگلستان اور مشرقی تہذیب کے گہوارہ ہند اور عرب و عجم کے مرکزوں میں مطالعہ کیا ہے اور اس لحاظ سے وہ موجودہ دنیائے علم و ادب میں ایک ایسی پوزیشن کا مالک ہے جو اب تک کم لوگوں کے حصے میں آئی ہے۔ اس کی شاعری اوہام، ظنیات اور اعیان کی طلسمی دنیا نہیں ہے بلکہ بزبان شعر علم و عرفان کے دریافت کردہ حقائق کی ترجمان ہے۔

۲۔ آریت اور ھندوازم

اقبال آریت اور ہندوازم کا زبردست عارف اور "ودیا ساگر" ہے۔ اس کی برہمنیت اور ہندیت پر اس کا ہندو فلسفہ اور آرین کلچر کا حکیمانہ مطالعہ مستزاد ہے۔ وہ انڈین کلچر اور فلسفے کا عالم و ناقد ہے، اس کی خوبیوں کا دلدادہ اور اس کے نقائص کا شناسا ہے۔ آریت اور ہندو ازم کے اس گہرے مطالعے کا اثر اس کے کلام و پیام سے ظاہر ہے۔

۳۔ ایرانیت اور پارسی ازم

اقبال ایرانی کلچر کا اس لئے زبردست عالم و ناقد ہے کہ وہ کاشمیری ہے اور کاشمیری قوم سب سے زیادہ ایرانی زبان، ادب و تہذیب سے اس مسلک میں متاثر ہوئی ہے۔ ثانیا اس لئے کہ اس کا تھیسس (مقالۂ علمیہ) ایرانی فلسفہ و تصوف سے متعلق تھا۔ جس کی بنا پر اسے المانی یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ (رشد و فضیلت کا مرتبہ) عطا کیا تھا۔ رفتہ رفتہ ابتدائی عمر کا یہ ایرانی تعلق و مطالعہ عمیق سے عمیق تر ہوتا گیا اور اس نے تحقیق کی تکمیل کے لئے قریبا تمام قدیم و جدید السنہ پارسیہ اور ساری تہذیب، عجمیہ کا مطالعہ کیا..... مگر اس کا یقین ایک ترک مبصر کا یہ یقین ہے کہ "ایران وطن اوہام و خرافات و افسانہ" ہے اور عجمیت روح عربیت و اسلامیت کے لئے ایک طرف اور روح عمالیت و تکمیل خودی کے

© rasailojaraid.com

لئے دوسری طرف سم قاتل ہے۔

۴۔ یونانیت اور ہیلن ازم

اقبال ارین حکمت اور ایرانی تہذیب کے علاوہ دنیا کی اس عجیب ترین قوم کی حکمت و تہذیب کا بھی مبصر اعظم ہے جو خطہ یونان سے زمانہ قدیم میں ابھری اور پھر اپنی تہذیب کی بعض ضلالتوں اور ظلمتوں کی وجہ سے ظلمات عدم میں معدوم ہو گئی، مگر فکرو خلقت کی دنیائے حسن و حقیقت کو وہ کچھ دے گئی جو آج تک انسانیت کے لئے قابل ناز ہے۔ اقبال یونانی کلچر کی حقیقت پرستی (لا آف نیچر)، لطافت پسندی و حسن جوئی (جمالیات) سے خاص طور سے متاثر معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ کسی یونانی حکیم کا مقدر نہیں ہے جیسا کہ عہد وسطیٰ کے اکثر علمائے یونانیت تھے۔ وہ افلاطون کے سخت ترین ناقدین میں سے ہے اور یونانیت پر اس کا محاکمہ ویسا ہی عمیق، مجتہدانہ اور انقط علی ہے جیسا کہ آریت اور ایرانیت پر۔

۵۔ رومانیت اور لاٹن ازم

اقبال رومانی تمدن کی مخصوص میراث کا بھی زبردست محقق و معترف ہے اگر یونانیوں نے دنیا کو علوم حکمت اور فنون و ادب کی دنیائے حسن و حقیقت بخشی ہے تو رومانیوں نے قانون اور نظم دولت کے ادارت علمی کا ترکہ چھوڑا ہے، اور قانون بین الاقوام کی داغ بیل اپنی عالمگیر سلطنت کے مختلف انسال و اقوام کے باہمی معاملات کے انصرام کے لئے Justiniun کی شکل میں ڈالی ہے اور جس حکیم مطلق نے اقبال کو شعرو ادب اور علم و حکمت کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے اس نے اس کو مغربی و مشرقی، ہندی و عجمی اور عربی و لاطینی زندگی و مدنیت کے مطالعہ و موازنہ کے علمی کام کی توفیق اور ان کے سوشل نظامات، سیاسی ادارت اور قانونی مخلوقات کے متقابل مطالعے کی سہولت بھی عطا فرمائی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اقبال جورلیس پروڈنس (علم القانون) اور پالیٹکس (سیاسیات) کا متبحر عالم ہے۔ رومانی کلچر کے اس اثر اور علم القانون و عمرانیات کی اس تحقیق و تعلیم نے اقبال کے مشن کو ایک خاص تعین، تجدید، نظم اور ضبط عطا کیا ہے۔ اقبال کے نزدیک شریعت ملیہ، ایک ملت کی "نفس لوامہ"، "قلب مشترک" کی مخلوق ہے جو اس ملت کو ٹھیک اسی طرح ملل سے ممیز کرتی ہے جس طرح عقلیت و اخلاقیت ان افراد کو حیوانی افراد سے۔ تکوین ملت اخلاقی معنوں میں بغیر ایک مخصوص شرعی روایت کے ممکن نہیں ہے۔ اقبال

کے نزدیک ملی شریعت یا قانون ایک وسیع المعنی شے ہے۔

۶۔ المانیت اور مغربیت

اقبال موجودہ مغربی کلچر کا عموماً اور المانی تہذیب و حکمت کا خصوصاً محققِ اعظم ہے۔ مغربی دین و اخلاق، حکمت و فلسفہ، فنون و تمدن و معاشرت، معاشیات و سیاسیات کا اقبال سے عالم و ناقد آج شاید ہی کوئی ہو۔ اقبال کا علم بالواسطہ یا قیاسی نہیں ہے۔ بلکہ عینی مشاہدات و تجربات کا نتیجہ اور حال و مستقبل پر حکیمانہ و عالمانہ نظر کا عطیہ ہے۔ آج دنیا حقیقت سے پوری طرح آگاہ نہیں ہے مگر ایک روز مغرب کا اس پیر مشرق کے زمزم سے سیراب ہونا لازم و مقدر ہے۔

سامیت اور اسلام

اقبال ایک برہمن بدوی ہے۔ تہذیب اسلامیہ کا اس سے بہتر محقق اس وقت کوئی نہیں ہے۔ عربیت کو وہ روح سامیت کی مثالی شکل یقین کرتا ہے۔

"میں نے اپنی زندگی کا زاید حصہ اسلام اور اسلامی فقہ و سیاست، تہذیب و تمدن اور ادبیات کے مطالعے میں صرف کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس مسلسل اور متواتر تعلق کی بدولت جو مجھے تعلیمات اسلامی کی روح سے (جیسا کہ مختلف زمانوں میں اس کا اظہار ہوتا رہا) رہا ہے، میں نے اس امر کے متعلق ایک خاص بصیرت حاصل کر لی ہے کہ ایک عالمگیر حقیقت کے اعتبار سے اسلام کی حیثیت کیا ہے"۔

اقبال اسلامیت کی روح مجسم کا نام ہے۔ وہ اسلام کے داعیہ کی مذکور الصدر انسانی تہذیب کے مظاہر یعنی (۱) آریت اور ہندو ازم (۲) ایرانیت اور پارسی ازم (۳) یونانیت اور ہیلن ازم (۴) رومانیت اور لاٹن ازم (۵) المانیت اور ویسٹرن ازم کی داعیات و روحیات سے دوری یا نزدیکی، مطابقت یا مخالفت سے پوری طرح آگاہ ہے۔ تقدیر عالم اس پر روشن ہے۔ رفتار تہذیب اس پر عیاں ہے وہ ایک ایسے دور میں ظاہر ہوا ہے جب کہ دنیا تیزی سے ایک سیاسی و عمرانی و روحانی وفاق کے قریب آ گئی ہے۔ اقبال اسلام کو اسی عمرانی و روحانی وفاق عالم کی صراط مستقیم یقین کرتا ہے۔ دنیا نے پہلی دفعہ ایک ایسی روح اعظم کو پیدا کیا ہے۔ جس نے فرسٹ ہینڈ مطالعے کے ذریعے ہندو عجم، عرب و یونان، روما و المان، شرق و غرب اور جدید و قدیم کی روح تہذیب سے آگاہی حاصل کی ہے، جو صاحب بصیرت و اجتہاد ہے اور دنیا کے لئے ایک عظیم الشان پیغام کا پیغام بر ہے۔

(نیرنگِ خیال لاہور۔ ۱۹۳۲ء)

© rasailojaraid.com